ریسرچ جرنل تحقیق

شمارہ 08 ، جولائی تا دسمبر 2023

یونس متین: جدید اردو نظم کی ایک منفرد آواز

Younis Mateen:A prime Voice of Modern Urdu Poem

خالد حسین[1]

[1] اسکالر پی ایچ ڈی اردو، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

Khalid Hussain

[1] Scholar PHD Urdu, Islamia University, Bahawalpur

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT:
Younas Mateen is an important poet of modern Urdu Nazm. Urdu Nazm has been on the move on the path of evolution since its very inception. All the experiments ever did with the form of it great importance in Modern Urdu literature. In the light of the continuity of these experiments, it can be rightly said that Younas Mateen has a masterly understanding of writing poems because of his unique style and expression of inner feelings. The subjects on which Younas Mateen has written are diverse. He comes before us as a fine poet and an artist with a skeptical personality. His Nazm is particularly important because of its intellectual diversity and depths of meaning. Some of his poems are masterpieces. As he had the privilege of visiting a number of countries, the strength of his observation is visible very vigorously in his poems. The presence of this observational strength, knowledge of international political turmoil and expansive information has breathed an element of universality in his poems. All this makes him a poet apart among the Urdu poets. With the passage of time, his poetry will continue to open the new gates of understanding and enlightenment for the readers.

KEYWORDS: Unrestrained and exaggerated enthusiasm, Surging innovative, Popular thoughts, Exploring the meanings, Dia noetic discursive, The tradition of the poem, Skeptical, personality.

بنیادی طور پر شاعر اپنے فکری تناظر کے حوالے سے ہمیشہ خود کو ہی دریافت کرتا ہے۔ دریافت کا یہ عمل اس کی ذات سے اس حد تک جڑا ہے کہ ظاہر و باطن اک عجیب فیوژن (ہم آہنگی) کی تصویر بن کر اُبھرتا ہے۔ گویا ہر شاعر اپنی روح کے اس سفر میں اپنے معروض سے اُبھری تصاویر کو ہی جہاں تہاں بکھیرتا ہے۔ یونس متین کے ہاں بھی اس کی شاعری درحقیقیت اس کی اپنی دریافت کا عمل ہے جس میں اس نے بہت سے تصوراتی سفر کیے ہیں۔ مسافرت کی ہر منزل پہ اس نے اساطیر کے رموز و علائم کے درپن میں اپنے گرد و نواح کو رنگ بدل بدل کر دیکھا ہے اس لیے اس کا شعری

سفر پینورامک ہے اور وہ ہمہ جہت زندگی کی نشاط انگیزی کے ساتھ ساتھ اس کے دکھوں اور اذیتوں کو بھی اپنی شاعری کا حصہ بناتا ہے۔ وہ رواں دواں شاعری کے نمونے تخلیق کرنے پر قادر ہے۔ یونس متین کی شاعری اپنے فکری ارتقاء کے لیے ملک کے معروف سفر نامہ نگاروں سے اپنا رس کشید کر تی ہے۔

یونس متین کی ابتدائی شاعری روایتی غزل سے نمو پا کر نظم کے سانچے میں ڈھلی ہے۔ اس لیے ان کی نظموں میں بھی تغزل کے عناصر چھا ئے نظر آتے ہیں۔ اس کی لائنیں اور بند مسلسل تغزل میں گندھے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ گو وہ مختلف انداز سے نظم اور غزل کے درمیان حدِ فا صل قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن غزل میں اس کی تربیت کی وجہ سے وہ اس حصار سے نکلنے سے قاصر ہے۔ یوں اس کا شعری اثاثہ غزل کی تہذیبی روایت سے جڑا ہے۔

> "ان کی پہلا شعری مجموعہ (ایک چکر ہے مرے پاؤں میں) در حقیقت یورپ کا تصوراتی سفر ہے جو کہ شاعر نے جسمانی طور پر تو نہیں کیا لیکن اپنے زور قلم سے ایک ایسی فضا تخلیق کی ہے جو قاری کو اپنی گرفت میں لیتی ہے اس ضمن میں ان کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے عارف والا کے بزرگ شاعر قاضی ظفر اقبال فرماتے ہیں کہ "ایک چکر ہے مرے پاؤں میں" اردو ادب کا پہلا مبسوط منظوم سفر نامہ ہے لیکن میں بصد احترام ان کی اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس سے پہلے بھی اردو ادب میں مبسوط منظوم سفر نامے موجود ہیں۔" (1)

اپنے پہلے شعری مجموعے میں اس کی شاعری حسن و محبت کے معمولی جذبوں سے لبریز ہے لیکن ان جذبوں کو وہ ایک کھلنڈرے بچے کی طرح قوس و قزاح کے رنگ بنا کر ہوا میں اچھال دیتا ہے۔ یوں کیف و نشاط کے کئی سامان قاری کے حصے میں آتے ہیں۔ یورپی زندگی میں اس کا علم جن ذرائع سے اپنی غذا حاصل کرتا ہے اس میں قدیم اساطیری علم ہی اس تک کسی نہ کسی ذریعے سے ضرور پہنچا ہے۔ ان اساطیری حوالوں کو یونس متین نے اپنے فکری نظام کا حصہ بنا کر اس سفر نامے کو مختلف شیڈز عطا کیے ہیں اور اس میں معروض کے حوالے سے بہت سی معنوی جہتیں اجاگر ہو تی ہیں لگتا ہے داستانوں کے مطالعے نے اس کے فکری تناظر کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس لیے اس کی شاعری میں بھی داستانوی رنگ ابھر آیا ہے۔

یونس متین کی شاعری یقیناً ایک تجربہ کار شاعر کا تخلیقی اثاثہ ہے۔ اس کا جمالِ شعر معاشی تضادات اور فکری ابعاد کے ارتباط باہمی کے ساتھ ساتھ اس کی حد سے بڑھی رومان پسندی سے نمو پا کر الفاظ کے سانچے میں ڈھلتا ہے، منظر نگاری اور داستان گوئی کے رجحانات اسے مزید دلکش و دل آویز بناتے ہیں۔ اپنی بعض فنی، تکنیکی خامیوں کے باوجود ایک رودِ سبک رفتار کی طرح ساحلوں سے اٹکھیلیاں کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے لیکن ابھی اس کا تخلیقی تموج کھل کر گہر بار نہیں ہوا۔

قاضی عطاء یونس متین کی شاعری پر گفتگو کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں۔

"میر، غالب اور اقبال عظیم شاعر ہیں۔ اس کے بعد کئی ایسے نام سامنے آتے ہیں جنہیں ہم بڑے شاعر قرار دے سکتے ہیں۔ جدید نظم کی حد تک راشد، مجید امجد، میراجی، فیض، مختار صدیقی اور منیر نیازی رجحان ساز اور بڑے شاعر ہیں۔ یونس متین صاحب یقیناً نظم کے اچھے شاعر ہیں مگر رجحان ساز نہیں۔" (2)

یونس متین نظم کا ایک اچھا اور تجربہ کار شاعر ہے وہ متنوع شعری نمونوں کے ذریعے اپنی الگ شناخت پیدا کرنے کے لیے شب و روز محنت کر رہا ہے ہو سکتا ہے اس کی پیش قدمی بالآخر اسے اُس کی منزلِ مقصود تک لے جائے۔

یونس متین 4 جون 1957ء کو عارف والا کے ایف بلاک میں پیدا ہوئے۔ یونس کے والد کا نام مرزا دین محمد اور دادا کا نام مرزا جان محمد تھا۔ مرزا جان محمد ہندوستان میں پنجاب کی ایک تحصیل جالندھر میں رہائش پذیر تھے۔ 1947ء کے ہنگاموں میں مرزا جان محمد شہید ہو گئے اور اس کے بعد یونس متین کے والدین جالندھر سے ہجرت کر کے عارف والا میں منتقل ہو گئے عارف والا میں منتقل ہونے کے بعد یونس متین کے والد مرزا دین محمد نے لوہے کا کاروبار شروع کیا۔ مرزا دین محمد کے چھ بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے بیٹے کا نام نذیر احمد تھا اور اس سے چھوٹے یونس متین یوں بھائیوں میں یونس کا دوسرا نمبر تھا یونس متین کا بچپن عارف والا کی گلیوں میں گزرا۔ عارف والا پاکستان کا ایک مشہور شہر ہے جو خربوزوں کی سوغات کی وجہ سے بھی شہرت کا حامل ہے عارف والا کی سرزمین ادب کے حوالے سے بڑی زرخیز ہے اور یہاں علم و ادب سے تعلق رکھنے والے لوگ اب بھی موجود ہیں۔

تعلیم چونکہ انسانی زیور ہے اور تعلیم کے بغیر انسان بالکل ادھورا اور نامکمل ہے یونس متین کے والدین نے بھی علم کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ہونہار بیٹے کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یونس متین اپنی ابتدائی تعلیم کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"مجھے دوسرے بچوں کی طرح تعلیم حاصل کرنے کے لیے مسجد میں بھیجا گیا تاکہ میں قرآن مجید پڑھ سکوں مسجد میں کچھ عرصہ قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مجھے عارف والا کے ایک مشہور مدرسہ عربیہ فاروقیہ میں بھیجا گیا جہاں میں نے قرآن پڑھنے کے ساتھ ساتھ دینی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا مدرسے میں میرے استاد جن سے میں نے علم کا شرف حاصل کیا ان کا نام قاری غلام نبی تھا۔ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مجھے عارف والا کے ایک پرائمری سکول میں داخل کروایا دیا گیا یہاں سے پرائمری پاس کرنے کے بعد میں نے عارف والا کے مشہور و معروف سکول ایم سی ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ میٹرک کا امتحان بھی اسی سکول کی طرف سے دیا۔ بدقسمتی سے

میری اردو میں کمپارٹ آ گئی۔ میٹرک میں کمپارٹ منٹ آنے کے بعد میں نے پڑھائی چھوڑ دی اور اپنے والد کے ساتھ کاروبار میں لگ گیا۔"(3)

یونس متین کو شادی کے معاملات میں اپنے گھر والوں کی مرضی پر عمل کرنا پڑا جیسا کہ ان کے خاندان میں یہ رواج تھا کہ شادی گھر والوں کی مرضی سے ہوتی تھی۔ اس لیے یونس متین کی شادی گھر والوں کی مرضی سے ہوئی ان کی اہلیہ بھی ان کی برادری سے تعلق رکھتی تھی۔ یونس متین کی اہلیہ کا نام نسیم اختر ہے یونس متین کے پانچ بچے ہیں جن میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں بیٹوں میں احمد ابو ذر، احمد سلمان اور بیٹیوں میں سعدیہ، فائزہ اور چاندنی بی بی شامل ہیں۔ یونس متین کا رجحان ملازمت کی طرف نہیں تھا۔ یونس اپنے والد کے ساتھ ان کے کاروبار میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ یونس اپنے کاروبار کے بارے میں کہتے ہیں۔

"میں نے 1982ء میں عارفوالا میں ائیر کولر کا کارخانہ لگایا اور اس طرح میں نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ملازمت کی بجائے اپنے ذاتی کاروبار کو ترجیح دی۔ عارف والہ میں کام کرنے کے بعد میں لاہور چلا گیا وہاں جا کر لیدر گارمنٹس کا سٹیچنگ یونٹ لگایا۔ میں نے اپنے کاروبار کو مزید ترقی دینے کے لیے اپنی گارمنٹس کو امریکہ، جرمنی وغیرہ ایکسپورٹ کرنا شروع کر دیا۔"

شعری سفر کے حوالے سے بات کی جائے تو جہاں تک شعر کا تعلق ہے یونس متین اپنے شعری سفر کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"جن دنوں میں ایم سی ہائی سکول عارف والا میں زیر تعلیم تھا غالباً آٹھویں کلاس کا طالب علم تھا اس وقت میں نے اپنا شعری سفر شروع کیا۔ شاعری سے لگاؤ مجھے بچپن سے ہی تھا لیکن میں نے جو پہلا شعر کہا تھا ملاحظہ فرمایئے۔

پاؤں گر جستجو کا رک جائے
روح میں اک شگاف پڑ جائے
قتل ہوتے ہیں بے بہا انجم
چاند سے کون خوں بہالائے (4)

یونس متین شعری و ادبی حلقوں میں اپنا نام بنا چکے تھے اور ان کی شاعری میں مزید نکھار پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ مجلس فکر اقبال میں حصہ لینے کے بعد یونس متین کے شعری شعور کو اور بھی نکھار ملا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت لکھنے لگے۔ ان کی نظمیں مختلف رسالوں اور اخباروں میں چھپنا شروع ہو گئیں تھیں یونس متین کی نظمیں اس دور کے مشہور رسالوں میں چھپ رہی تھیں" جس وقت یونس متین عارف والا کی ادبی انجمن فکر اقبال کے ہفتہ وار اجلاسوں میں شریک ہوا کرتا

تھا تو اس وقت وہ بالکل نو آموز تھا لیکن اس کے اشعار میں بہت پختگی تھی اس کی عمر کو دیکھ کر اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ اتنی کچی عمر والا اتنے پکے شعر کہہ سکتا ہے"(5)

یونس متین نے اپنے سفری احوال کو نظموں کی صورت میں بیان کیا ہے۔ یونس متین کا یہ سفر نامہ "ایک چکر ہے میرے پاوں میں" 1991ء میں منظر عام پر آیا اور اس کو طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور نے چھاپا ہے اس کتاب کے شروع میں غالب کا یہ شعر درج ہے۔

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں
ایک چکر ہے میرے پاؤں میں زنجیر نہیں(6)

ڈاکٹر ریاض مجید کا کہنا ہے:"یونس متین ایک رجحان ساز جادو گر قسم کا شاعر ہے ان کی نظمیں جہان معنی کے نئے در کھولتی اور دلوں پر سحر کرتی محسوس ہوتی ہیں۔ داستان گو کی اکثر نظمیں ان کے اس زمانے کی یادگار ہیں جہاں دو صدیاں ایک نقطے پر جمع ہو رہی تھیں۔"٦۔

یونس متین کے ہاں اس کی نظمیہ شاعری میں متنوع موضوعات ملتے ہیں۔ عشق و محبت داخلی و خارجی رجحانات سیاسی و عصری واقعات، اور سماجی مسائل کے مشاہدہ سے ان کی شاعری تزئین حاصل کرتی ہے۔ یونس متین کے ہاں ابتدائی نظموں سے آخر تک کے سفر میں فکری یکسانیت نظر آتی ہے۔ جس کا تسلسل وہ ہمیشہ قائم رکھتے ہیں۔ ان کی نظموں میں جدت، ہیئت اور تکنیک بھی ملتی ہے۔ یہ وہی رومانی فضا ہے جو راشد کی نظموں "زندگی، خواب کی بستی اور رخصت" میں موجود ہے۔ یونس متین کے بیان حسن کا جذبہ نہ صرف مادی (انسانی) حسن کے مشاہدے اور اظہار میں موجود ہے بلکہ حسنِ فطرت کا وسیع درک اور اس کا زور آور بیان ان کی نظموں میں موجود ہے۔ فطرت کے حسن کی عکاسی ''داستان گو'' میں موجود فطری حسن سے بھرپور نظم "سرسوں کے کھیت میں" بھرپور طریقے سے کی گئی ہے۔

داخلیت بنیادی طور پر تنقید اور علم نفسیات کی اصطلاح ہے۔ بیرون بین شخصیات و مباحث سے قطع نظر اندرون بین شخصیات یا مباحث داخلیت کے ضمن میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ادب میں داخلیت سے مراد شاعر واردات کو نجی جذبات و احساسات میں ہی گزار دیتا ہے۔ اگر وہ بیرون پر نظر ڈالتا بھی ہے تو وہ اسے بھی ذات کی عینک سے ہی سے دیکھتا ہے۔ یہ داخلی رویے کافی حد تک وراثتی ہوتے ہیں تاہم ماحول کی ابتری، حالات کی دگرگونی بھی انسان کو داخلیت کا شکار کر دیتے ہیں۔ جیسے میر کی شاعری یا دبستان دہلی کی شاعری داخلیت کی حامل ہے۔ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ جس معجزہ فن میں احساسات و جذبات کے ذریعے خون جگر کی نمود ہو وہ داخلیت کا ترجمان ہوتا ہے۔

> ڈاکٹر علی محمد خاں یوں رقم طراز ہیں:" داخلیت خارجیت کی ضد ہے داخلیت کے معنی باطنی اور داخلی کیفیات کے ہیں۔ کلام میں واردات، نازک احساسات اور لطیف جذبات کو پیش کرنا داخلیت کے زمرے میں آتا ہے۔ داخلیت بطریق خوبی دبستان دہلی کی خصوصیت ہے۔ میر دور، میر تقی میر، بہادر شاہ ظفر، جگر، حالی، اقبال اور فیض کی شاعری کا بڑا حصہ داخلیت کا عکاس ہے۔"(7)

"اپاہج ، اندھی آہٹیں، سحر زدہ شہر کی داستان اور اصنام وغیرہ ایسی ہی نظمیں ہیں جن میں احساس کی حدت کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔اور یہ احساس" غربت افلاس" کو موت کے نرغے میں جاتے دیکھ کر شدت سے جذباتی کشمکش کی صورت ان کی نظموں میں جاگزیں ہوتا ہے۔

یونس متین کے ہاں فکری عنصر تہہ در تہہ ملتا ہے۔ان کی شاعری حیات اور سماج کے حقیقی مسائل سے حقیقی انداز میں بحث کرتی نظر آتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ان کے ہاں تشکیک کا عنصر بھی در آیا ہے۔اور بعض اوقات زندگی سے بیزاری ملتی ہے اور وہ انسانوں اور کائنات سے مایوس وناامید نظر آتے ہیں۔تاہم فرار اور بیزاری کے جو عناصر ان کی ابتدائی نظموں میں ابھرتے ہیں وہ بعد ازاں خوش گوار جذبہ ہم آہنگی سے مبدل ہو جاتے ہیں۔

وہ روبرو کھڑی رہی
میں حیرتوں میں کھو گیا
لہو کی تیز گردشوں سے کانپتے لبوں پہ زہر روح کا اچھال کر
وہ برف زاد سینہ ءسفید کی چمک نگاہ میں لیے
ضمیر عالمی کی بے حسی پہ دھاڑتے ہوئے
وہ چیخ کر پکارنے لگی، یہ دیکھ
یہ درانتیوں کے یہ نشان دیکھ، بیس فوجیوں کے دانت دیکھ (8)

یونس متین ان سماجی حالات کو تبدیل کرنے کے خواہش مند ضرور ہیں۔کیوں کہ ان کے نزدیک سماجی تبدیلی ہی اجتماعی زندگی میں آسودگی پیدا کرنے کا محرک ثابت ہو سکتی ہے۔ان کے ہاں سماجی، معاشرتی اور سیاسی صورتِ حالات کی تلخی پر حساس طنز موجود ہے۔یونس متین زندگی کی تلخیوں کو محسوس کرکے انہیں احساس شعر میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ حالات کا کرب پڑھنے والے کو اپنی گرفت میں لیتا ہے، اور وہ خود بھی اس کرب سے گزرنے لگتا ہے۔اور احساس کی سولی پر چڑھا ہوا محسوس ہوتا ہے جو شاعر کے باطن میں موجود ہے۔یونس متین کی یہ بات بے شک فوری طور پر سمجھ میں نہ آئے لیکن غور وفکر کے بعد جب اس کا ادراک حاصل ہوتا ہے تو ہم خود کو ان کے جذبوں کے حصار میں محصور پاتے ہیں۔

یونس متین کو اس جدت پسندی کی بناء پر روایت کا باغی بھی قرار دیا جاسکتا ہے حالاں کہ حقیقت صرف یہ ہے کہ راشد نے ہیت اور اسلوب موضوع و مضامین کے اعتبار سے شاعری میں انحراف کیا ہے، جب کہ یہ کہنا مناسب ہے کہ انہوں نے جدید لب ولہجہ کو اردو ادب میں متعارف کرایا اور شاعری کی نئی روایات کو جنم دیا ہے۔

اس نے مغربی علوم وفنون سے بھی استفادہ کیا ہے اسی لیے ان کے ہاں نیا شعور اور نیا احساس ملتا ہے اشیاء کو دیکھنے، برتنے اور ان سے مثبت اثر قبول کرنے کا اس کا اپنا انداز ہے۔

اس نے محسوس کیا کہ قاری کو سیدھے سادھے انداز میں کوئی خیال پیش کرنا دراصل انہیں ان کی ذہنی صلاحیتں آزمانے سے محروم کر دینا ہے۔ اس لیے ان کی نظموں کے اندر پیچ و خم اور پیچ در پیچ خیالات بھی ملتے ہیں۔ اور ان کے اظہار و ابلاغ میں بھی جدت ہے۔

یونس متین نے محسوس کر لیا تھا کہ پابند نظم یا غزل ان کے اظہار خیال اور ابلاغ مضمون کے لئے ناکافی ہے۔ چنانچہ اس کے لیے انگریزی، پرتگالی اور مشرقِ وُسطٰی کے شعراء کی تقلید میں جدید نظم کا ڈھانچہ تیار کیا اور اس میں اپنے جدید موضوعات سے رنگ بھرے۔ اس کی آزاد نظموں میں جدت پسندی کا وسیع التزام موجود ہے۔ مثال کے طور پر یہ نظم کا ٹکڑا دیکھیں۔

جسم ہمارے اور کہیں ہم چلتے پھرتے سائے
لکھ اک نظم کہ ہم نے موسم کا کفن نہیں پہنا
لکھ اک نظم کہ سورج کبھی غروب نہیں ہوتا
آنکھ سے اوجل ہوتا ہے۔
میں نے جس کو بھولنا چاہا
بھول نہیں پایا ہوں
اے ٹوٹے ہوئے پیمان کی رات(9)

اسی جدت اور تنوع کی وجہ سے ان کی نظم اپنی ترکھٹنائیوں کے باوجود اردو نظم کی روایت میں اپنا نام پیدا کر چکی ہے۔ نتاشا اور داستان گو ان کی جدت پسندی اور تنوع کا عمدہ نمونہ ہیں۔

حیات انسانی صرف گھر کے محدود ماحول یا کسی شہر کے حالات سے ہی اثر قبول نہیں کرتی لہذا اسے اپنے ملک اور ملک سے باہر ساری دنیا میں جو حالات جنم لیتے ہیں اور ان سے جو سیاسی تبدیلیاں عمل میں آتی ہیں ان کا اثر بھی لازمی طور پر قبول کرتی ہیں۔ یونس متین نے جس دور میں شعور پایا وہ پاکستان میں سیاسی انتشار کا دور تھا سامراجی قوتیں غالب تھیں حقیقت پسند ملک سے محبت کرنے والے لوگ مغلوب، جب کہ سازشی اور مفاد پرست طبقہ غالب ہو رہا تھا۔ مگر سیاسی بقا اور آزادی کے لئے لوگ جنگ لڑ رہے تھے۔ جن کی وجہ سے یونس متین کی نظموں نے اس اثر کو قبول کیا اور پھر اس کا بھرپور ابلاغ ظاہر ہو گیا۔

یونس متین نے اپنے دور کی درست عکاسی کی ہے کہ وہ روز بے روزگاری، مفلسی، کا شکار ہو کر کس طرح سامراجی خداؤں سے بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ہمارا شاعر انسانوں کی زبوں حالی، غربت و افلاس اور ظلم و ستم کے مارے ہوئے لوگوں کے کرب کو محسوس کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ اس ساری صورت حال کو بدل ڈالے۔ لیکن عملی اقدامات کرنے کی حیثیت میں نہ ہونے کی بنا پر اسے صرف محسوس کرنے اور بیان کی حد تک ہی رہ جاتا ہے۔ ان کی نظموں نے ترقی پسندانہ نظریات کی ترجمانی کی اور اپنے ماحول کی جان دار عکاسی کی ہے۔

یونس متین کی شاعری آغاز سے لے کر تا حال آمرانہ استحصال سے متعلق ہے پاکستان میں سیاسی انتشار اور آمرانہ طرز حکومت نے انسانی زندگی مجموعی طور پر اجیرن کر رکھی تھی۔ اس نے نمو پذیری کے تمام چشمے خشک کر دیے۔ سیاسی اور اقتصادی غلامی نے انسانی ذہنوں کو ایک عرصے تک مفلوج رکھا اور ملکی اور غیر ملکی دباؤ کی صورت ملکی ادارے بدترین اثرات کی زد میں رہے۔

یونس متین نے ان سیاسی اور نو آبادیاتی فلسفہ ہائے کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ اس کا بہترین ابلاغ کیا۔ وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ ہم تاریخ کے جس دور سے گزر رہے ہیں وہ انسانی تاریخ کا نازک ترین دور ہے۔ جس میں انسانی پستی اپنے عروج پر ہے۔ جس نے انسانیت کی اعلیٰ اقدار اور زندگی کے حسین مشاہدے کو کچل کر رکھ دیا ہے۔

مگر ان سب امور سے قطع نظر ان کے انداز میں ایک تیقن اظہار اور زور میں پھیلاؤ پایا جاتا ہے۔ ان کی ہر نظم سیاسی موضوعیت اجزائے ترکیبی اظہار خیال اور ایک ایک لفظ سے انفرادیت پر کاتی نظر آتی ہے۔

یونس متین نے اپنی شاعری میں ترقی پسند نظریات کو بخوبی سمویا ہے۔ اور وہ بھی دیگر شعرائے اردو کی طرح ترقی پسندانہ روش پر چلنا پسند کرتے ہیں۔ ان کے ہاں یہ رجحان عموماً نظر آتا ہے جو کہ ترقی پسندوں کی عمومی علامت ہے مگر یہ ترقی پسندیت مذہب کے آڑے نہیں آتی۔

یونس متین کی انفرادیت کا بنیادی وصف سیاسی عناصر کا التزام ہے۔ انسان خلا میں زندگی بسر نہیں کرتا نہ ہی وہ پتھر کی مانند بے حس ہوتا ہے بلکہ اپنے ارد گرد حالات کو دیکھتا ہے اور خود کو سیاسی اور سماجی تحریکوں سے مرتب کر کے اثر قبول کرتا ہے۔

ہمارا شاعر بھی فنکار ہونے کی حیثیت سے ان کا بھرپور اثر لیتا ہے۔

انسان اپنے ماحول کی پیداوار ہوتا ہے اور یہ ماحول اس کی سوچ اور فکر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہی ماحول اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے ظاہر بھی ہوتا ہے یونس متین کی شاعری میں سیاسی اور ترقی پسندانہ حوالہ جات اتنے کم نہیں ہیں کہ نقاد انہیں نظر انداز کر دے وہ ملکی اور غیر ملکی انقلابی تحاریک سے متاثر ہیں۔ ایک حریت پسند شاعر ہونے کی بناء پر آمرانہ اور دباؤ کے حالات کو قابو کرنا اور انہیں من و عن قبول کرنا ان کے لیے ممکن نہیں۔

شاعر جو کچھ کہتا ہے وہ اس کا خیال اور کس طرح کہتا ہے وہ اس کی تکنیکی ہیئت ہے یونس متین نے قدیم اور کلاسیکی شعری تکنیک سے ہٹ کر ایک نئی تکنیکی ہیئت کا تجربہ کیا ہے۔ بلاشبہ یہ صنف نظم ہی ہے لیکن انہوں نے آزاد تسلسل کو آزاد نظم کا نام دے کر آزاد خوبیوں سے مزین کر دیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یونس متین جب اس صنف سخن کی طرف مائل ہوئے تو اس میں کسی حد تک پیروی مغرب اور جدت طرازی کے شوق کو ضرور دخل رہا ہو گا کہ وہ اپنے اندر ایک کشش رکھتے ہیں۔ اس کی اہم وجہ یہ بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ ایک سے زیادہ طرز سخن اور احساس ہیئت بھی موجود ہے۔

یونس متین کی نظموں میں ہیئت کا یہ احساس ہر جگہ ملتا ہے کہیں کہیں واقعتاً آزاد تسلسل کی سی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر یہ اسی صورت میں ہوتا ہے جب وہ کسی ایک موضوع پر ہنگامی سوچ رکھتے ہوں اور وہ اپنے احساس کو لفظوں کی صورت ترتیب دینے سے قاصر ہوں اس وجہ سے بعض اوقات ان کی نظم محض الفاظ کا کباڑ خانہ یا لفظی گورکھ دھندا بن کر رہ جاتی ہے اور اسی کثیر لفظی کی وجہ سے بے جا طوالت معنی اور مفہوم کو بے مقصد اور بے معنی کر دیتی ہے۔ یہ الفاظ دیگر کسی جذبے کے غلبے کے تحت کہی گئی نظموں میں خارجی بے ترتیبی کا احساس ملتا ہے۔ لیکن داخلی تسلسل ان نظموں میں بھی ہر جگہ محسوس ہوتا ہے دراصل یونس متین شاعری کی کلاسیکی روایت کی پاس داری ان معنوں میں کرتا نظر آتا ہے جب وہ کسی روحانی جذبے کو اپنی کسی نظم میں پیش کرتا ہے۔ ان کے ہاں شاعری میں ایک اعتراض یہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے کہ ان کے ہاں انگریزی ولاطینی الفاظ ودیگر زبانوں کے، نامانوس الفاظ کا غلبہ نظر آتا ہے۔ جن سے نقاد ادب اس شاعری کو نامانوس شاعری گردانتا ہے۔

یونس متین کے ہاں "ذیلونی میں 'ناسٹلجیا' پن فیلوف کی بوڑھیاں" جیسی نظموں میں انگریزی ولاطینی وغیرہ مانوس الفاظ وتراکیب سے محبت کا پتہ چلتا ہے اور یہ الفاظ وتراکیب محض زبان کا پتہ دیتے نظر آتے ہیں مگر اس سے شاعرانہ طرب مفقود ہو جاتی ہے۔

ان کی نظموں کے مطالعے کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونس متین نے آزاد نظم کی تکنیک میں بحر کے ارکان میں کمی بیشی کی بندوں کی تقسیم کا کوئی خاص لحاظ نہیں رکھا۔ لیکن کہیں کہیں قافیہ سے مکمل اجتناب نہیں کیا بلکہ اکثر نظموں میں اوپر تلے قافیے استعمال کیے ہیں یا پھر وہ قافیے نہیں تو باوزن الفاظ ضرور استعمال کیے ہیں کہ قافیہ کا گمان ہوتا ہے "میں "قصہ گو زمانوں کا" کے کچھ بند ملاحظہ ہوں

ہاں------------
سرائے میں رونق تھی اس دن
قافلے-------اک ایک کر کے آ رہے تھے
شام ڈھلتی جا رہی تھی(10)

یونس متین بیسویں صدی کے ان شاعروں میں سے ہیں جن کو نقطہ عروج اکیسویں صدی میں ملا یوں وہ بیسویں واکیسویں صدی کے سنگم پر کھڑے ہیں۔ انہوں نے اردو شاعری کی روایت سے واضح بغاوت کر کے مواد و ہیئت ہر دو اعتبار سے ایک نئے تجربے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ ہمیں ان کی شاعری میں اپنی مروجہ شاعری کے مقابلے میں داخلی وخارجی، فنی وفکری ہر لحاظ سے ایک مکمل انحراف ملتا ہے۔ یوں تو غیر مقفیٰ اور غیر مردف نظمیں شرر، اقبال، راشد اور مجید امجد نے بھی لکھیں مگر ان کو نئی جہت اسلوب فکر وبیان پیش کش اور اپنے مخصوص آہنگ وتاثیر کے اعتبار سے یونس متین نے بھرپور طریقے سے جگہ دی۔

ان کی نظم میں ردیف اور قافیے کا التزام نہیں ہوتا اور اگر کہیں کہیں ہوتا ہے تو کسی مسلمہ قاعدے کے تحت نہیں ساتھ ہی ساتھ ان کے ہاں کسی مسلمہ وزن کی پابندی بھی نہیں ہے، علاوہ ازیں وہ زبان میں بھی نت نئے تجربات کرتے ہیں۔ ان کے ہاں آپ کو نئے نئے الفاظ

وتراکیب تشبیہات واستعارات ملیں گے۔ انہوں نے اپنے الفاظ کو نئے معنی ومفاہیم بھی عطاکیے ہیں۔ ان تمام باتوں کالازمی نتیجہ یہ ہے کہ عام قاری کے لئے ان کی اکثر نظمیں مبہم اور غیر واضح ہو جاتی ہیں

اور یوں محسوس ہونے لگتاہے کہ قاری اور شاعر کے مابین ابلاغ اور افہام و تفہیم کی درست صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔

جہاں تک کلام کے مجموعی تاثر کا تعلق ہے ان کی اکثر نظمیں قاری کے ذہن پر کوئی صحت مند اور دیر پا اثر مہیا کرنے میں فی الفور کامیاب نہیں ہوتی بلکہ دیر سے اور بعد از تفہیم دیر پا اثر ڈالتی ہیں۔چوں کہ ان کے ہاں، سیاست، بھوک افلاس، ظلم اور اس کے خلاف بغاوت اور سفر در سفر کی تکرار ملتی ہے۔اس لیے زندگی یونس متین کے لئے زہر بھرا جام نظر آتی ہے۔ جسے پینے کے بعد مردہ دلوں کو جسمانی موت اور زندہ دلوں کو بقائے دوام نصیب ہو تا ہے۔اس بناء پر یونس متین کے ہاں ایک اعصابی تکان ذہنی شکستگی اور حد سے زیادہ احساس کمتری نے غلبہ پالیا ہے۔

ظاہر ہے ایسی ذہنی پراگندگی اور شدید انتشار کی صورت ان سے کسی منظم مرطوب اور توانا و صالح تصور کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

یونس متین نے اردو نظم میں نئے تجربات کیے اور نئی تبدیلیوں اور ان کے فروغ کو اہمیت دی ہے۔ نظم، نظم معریٰ، نظم آزاد، نثری نظم اور پابند نظم میں ہیئت کے اعتبار سے ان کے ہاں بو قلمونی زیادہ ملتی ہے۔یونس متین دیگر اصناف شعر اردو سے قطع نظر غزل سے دو قدم آگے نظم کے شاعر ہیں۔

ان نثری نظمیہ ، یا آزاد شعروں، مصرعوں میں وہ شعریت بحر حال ہے جو شعرانہ مصرعوں میں بہت کم ملتی ہے۔یونس متین کی شاعری میں لفظیات کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔اس کا لفظی ذخیرہ نہ تو مستعار ہے بلکہ حالات حاضرہ کی تقلید اور فرسودہ لفاظی ہے اور رنگ و آہنگ موقع و محل کے مطابق موزوں الفاظ پابند نظم کئے ہیں۔

اس اعتبار سے وہ الفاظ تراش ہے جس نے نظم اردو میں اردو، لاطینی، فارسی، انگریزی اور دیگر زبانوں کے الفاظ سے بھی بخوبی کام لیا ہے۔

"اگر چہ یونس متین شاعری کے جملہ اسلحہ سے پوری طرح ہتھیار بند ہے اور الفاظ کے انتخاب اور استعمال کا اس کا اپنا ایک سلیقہ بھی ہے۔ تاہم شاعری سے اس نے بظاہر اتنا ہی کام لیا کہ سفر نامہ یا داستان گو کی شیرینی کا پتلا غلاف اور بھی چڑھادیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ گولی چباچبا کر نہیں بلکہ چوس چوس کر کھانے والی چیز ہے کہ اس سے پیٹ بھرنا نہیں بلکہ لطف اندوز ہونا اور اس کے پر اسرار نشے سے آنکھیں چار کرنا ہے۔

تشبیہ واستعارے کے بارے میں ہر دور کے شعرا کا قول ضرب المثل رہا ہے کہ یہ شاعری کی جان ہوتے ہیں اور شعر کی تزئین و آرائش کا کام سر انجام دیتے ہیں۔یونس متین کے ہاں یہ التزام خصوصیت کے ساتھ موجود ہے کہ قافیہ اور ردیف کے ہٹ جانے کے بعد نظم کہیں خشک نہ رہ جائے، اسی لیے یونس متین نے اپنے اپنی نظموں میں نہایت خوب صورت اور بر محل تشبیہات اور استعارے استعمال کیے ہیں اور یہ تشبیہات نئی طرح کی اور ٹھوس حقائق سے ابھری ہیں۔یونس متین نے چلتی پھرتی اور متحرک زندگی سے انہیں کشید کیا ہے ان میں مشاہدے کی گہرائی بھی ملتی ہے اور احساس کی شدت بھی۔

کرب میں ڈوبی نگاہ منتظر

پر شکن ماتھا، لب ور خسار پر شعلوں کا رقص
لالہ زار رنگ وشاعری بو میں آگ سی بھڑکی ہوئی
آنکھ میں غصہ
جوانی انتظارِ شوق میں بپھری ہوئی
دیکھ کر پہلے بگڑ جانا تیرا
اور پھر چپکے سے بانہوں میں اتر جانا تیرا(11)

یہ کہنا کہ یونس متین کی شاعری ہیئت اور تجربے کی نسبت مشاہدہ کائنات اور معلومات کی نسبت سے ان کی تصویر کاری کی بنا پر اہمیت رکھتی ہے درست تو ہے مگر پوری سچائی کی حامل نہیں کیوں کہ یونس متین کے ہاں شاعری میں ہیئت کے جو تجربے ملتے ہیں وہ تکنیکی لحاظ سے اہم تر ہیں کیوں کہ ہیئت ہی شاعری کا خارجی روپ ہوتی ہے کوئی شخص کوئی بات کس طرح کہتا ہے ہیئت کا مسئلہ ہے مگر کوئی شخص بات میں کیا بیان کرتا ہے یہ شاعری کا داخلی پہلو ہے۔

ہیئت کا تجربہ یونس متین کی شاعری کی اس تکنیک کو اور اس وسیلے کو ظاہر کرتا ہے جو ہمارے شاعر نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے اختیار کیا۔ اس لئے اصولی طور پر ہیئت اور مضمون کو غلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ یونس متین کی شاعری تہہ دار شاعری ہے اور شاعر کسی ایک مضمون کو سوڈھنگ سے باندھنے کا فن جانتا ہے ان کی شاعری میں طرز وفکر اور انداز وبیان دونوں میں کئی تہیں ملتی ہیں۔

عطاء الحق قاسمی لکھتے ہیں۔

> ”وقت کی دیوار میں دروازہ بناتے ہاتھ۔ ستاروں سیاروں سے کھیلتی انگلیاں۔ مابعد میں پھیلے سنائے۔ خواب گاہوں میں اُڑتے کبوتر۔ رنگوں سے باتیں کرتی اداسی۔ جسم کے جنگلوں میں بین کرتی چڑیلیں اور روح کے بیابانوں میں چیختے ہوئے جنات۔۔۔ یہ سب مناظر یونس متین کی شاعری کا حصہ ہیں۔ جنہیں دیکھ کر قاری حیرت زدہ ہو کر اپنے معروض سے کٹ جاتا ہے اور کسی اور ہی دُنیا کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ یونس متین اپنے ہنر سے شاعری کی ایسی مئے ناب بناتا ہے جس کے ہر جام پر صرف اُس کا نام لکھا ہوتا ہے۔ نظم کے حوالے سے یونس متین اُردو ادب میں ایک بڑا اور معتبر نام ہے۔ اس کی شاعری اتنی جان دار اور توانا ہے کہ بڑے بڑے ادبی بلوان اس کے آگے تنکوں کی طرح اڑتے پھرتے نظر آتے ہیں ریشم گلی کی نظمیں ایک نئی کھنک نیا لہجہ اور تازہ کاری کے سبب اپنی ایک الگ پہچان رکھتی ہیں۔ یہ محبت کی وہ کتاب ہے جسے نوجوان لڑکے لڑکیاں اپنے سرہانے کے نیچے رکھ سویا کریں گے تاکہ وہ ریشم گلی کے خواب دیکھ سکیں۔ اپنی محبتوں کے خواب۔۔۔۔“ (12)

یونس متین کی نظموں کو پڑھتے ایک سیاح کا ویسا تاثر ابھرتا ہے جو ملکوں ملکوں، دیسوں دیسوں کے مناظر اپنی نظم میں قلم بند کرتا نظر آتا ہے ان کے ہاں تصویریں جامد اور ساقط نہیں بلکہ سینما کی تصویروں کی طرح متحرک ہیں۔ ان تصویروں کی حرکت پذیری سے ہمیں زندگی اور اس کی تمنائیت کا احساس ملتا ہے۔ یونس متین نے ان تصویروں میں نئے تجربات، تشبیہیں اور استعارے استعمال کیے ہیں ان کی شاعری میں بنی نوع انسان کے داخلی وخارجی مباحث، فطری مناظر اور کائناتی پس منظر کے ساتھ انسانی مسائل بذات خود منظر بن کر ابھرے ہیں وہ بنی آدم کو محبوب اور اس کے مسائل کو ذاتی سمجھتا ہے۔ اور کبھی اس محرکات کو اپنے تسلط اور کبھی کائنات کے وسیع ترکینوس میں جا دیکھتا ہے۔

یونس متین نے جزئیات میں ترتیب اور توازن پیدا کر کے اچھوتے موضوعات کے لئے راستہ ہموار کر دیا ہے وہ خیال کو مصرعوں اور قافیوں میں توڑتے ہیں تو شاعری میں تکرار اور طوالت پیدا ہو جاتی ہے جو قاری کے ذہن پر ایک گھٹن اور پژمردگی پیدا کر دیتے ہیں۔ مگر ہمارا شاعر اس سے گھبراتا نہیں مگر اس سے اپنی انا کو معتبر کر کے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے جو کہ نظم اردو پر ایک بوجھ محسوس ہوتی ہے یونس متین ان خلاؤں کو خوش ترکیب اختراعوں اور چھوٹے چھوٹے اشعار یہ ٹکڑوں میں بانٹنے کا اپنی نظموں میں خاص التزام کرتے نظر آتے ہیں اور اس فن کی ابتدائی معلومات کا کسی قدر تشکک کرتے نظر آتے ہیں۔ جس سے یہ اندازلگانا مشکل نہیں کہ وہ پرائی ہیئتوں کے مقاصد اور مفاہیم کے بننے اور سمجھنے کی کوشش کے درپہ ہیں۔ ایسے میں یونس متین کی نظم بعض اوقات غزلیہ نظم اور آزاد نظم کی صورت اختیار کر لیتی ہے مگر یہ کرب زیادہ تر قوافی کی ترتیب سے آگے نہیں بڑھتا چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اور نظمانے یونس متین کی نظموں کے ساتھ اپنی خاص طرح شعری فضا کا فہم وادراک لے آتی ہے اور اس طرح یہ نقطہ نظر آگے بڑھتا ہے۔ ان کے ہاں مقفیٰ اور مسجع نظمیں بہت کم ملتی ہے۔ اس طرح ان کی نظمیں بعض جگہ حقیقی زندگی کی واضح اور مکمل تصویریں نظر آتی ہیں۔

بلاشبہ یونس متین کی شاعری عار فوالہ کی شعری روایت میں اہمیت کی حاصل ہے۔ وہ محاکات نگاری داخلی وخارجی مباحث فنی وفکری اسلوب نگارش کی وجہ سے حسیاتی تاثرپاروں کا شاعر نظر آتا ہے۔ فیض اور راشد سے روشنی لیتا نظر آتا ہے۔ ان کی نظموں کے مناظر کے لئے، بھوک، افلاس، سیاسی، معاشرتی مباحث اور زندہ انسان خام مواد فراہم کرتے نظر آتے ہیں۔ گردپیش میں پھیلے ہوئے مناظر ہی سے سورج، پگھلتی چٹانیں، اڈتے ہوئے کائناتی زلزلے، فلک کی گرتی ہوئی چھتیں اور زمانے کی گردشیں اس وقت کے چکر میں خود چکر لگاتا نظر آتا ہے۔ الختصر یہ کہ یونس متین نے جہاں ہیئت کے کئی تجربے کیے وہاں اس نے کئی خوب صورت مناظر بھی تراشے ہیں۔ اسی لیے ان کی ساری نظمیں، داستانیں اور کہانیاں اپنے اندر سموئے نظر آتی ہیں ان کی ساری نظمیں صوتوں میں بڑی جان دار، خوب صورت اور حقیقت سے قریب تر آتی نظر ہیں۔

حوالہ جات

1 قاضی ظفر اقبال، انٹرویو، پاک ٹی ہاؤس، لاہور، اگست ۲۰۱۶ء

2 قاضی عطاء الرحمٰن، ڈاکٹر، انٹرویو، علامہ اقبال لائبریری، عارف والا، ستمبر ۲۰۱۶ء

3 یونس متین، انٹرویو، جے بلاک عارف والا (رہائش یونس متین) جولائی ۲۰۱۶ء

4 ایضاً

5 ایضاً

6 ریاض مجید، ڈاکٹر، داستان گو: یونس متین، دیباچہ، لاہور پبلشرز ۲۰۱۱ء ص ۱۸

7 علی محمد خاں، ڈاکٹر، اصنافِ نظم و نثر، لاہور: علم و عرفان، پبلشرز، ۲۰۱۱ء ص ۴۳

8 یونس متین، داستان گو، لاہور، کائنات پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء ص ۴۹

9 یونس متین، تماشا، لاہور، نظمینہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء

10 یونس متین، داستان گو، لاہور، کائنات پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء ص ۹۶

11 یونس متین، ایک چکر ہے مرے پاؤں میں، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص ۲۹

12 عطاء الحق قاسمی، ریشم گلی (سرورق)، نظمینہ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء